Lesson 6: Al-Isra (Ayaat 66- 77): Day 22 سُوْرَۃُ بَنِیۤ اسرآئیل / الإسرَاء کی تفسیر

آیتوں پہ جانے سے پہلے آیتوں کا خلاصہ۔ پچھلے سبق میں ہم نے شیطان کے ہتھکنڈوں کی بات کی تھی کہ شیطان کس طرح ہمارا دشمن ہے۔ اور اس کی نظر ہمارے مال اور اولاد پر ہے۔ ساری چیزیں ہمارے سامنے اس طرح خوب صورت کر کے دکھاتا ہے کہ جس میں اللہ کی نافرمانی ہو۔ اس دنیا کو ہمارے لیے اتنا اہم کر دیتا ہے اور ہماری آخرت پیچھے چلی جاتی ہے۔ یہاں اللہ تعالی کی توحید کے دلائل ہیں۔ پیچھے ہم نے پڑھا تھا کہ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا تیرا رب تیرے کام بنانے کے لئے کافی ہے۔ آیت 66 سے اللہ دلائل دیں گے کہ دیکھو، اگر میں اس دنیا کے کام کر رہا ہوں تو کیا میں تمہارے کام نہیں کر سکتا؟

اللہ تعالی کی تعریف جاننے کے بعد اس سبق میں ہم اگلی بات جو دیکھیں گے وہ ہے اللہ سبحان و تعالی کی پہچان اور اس کی معرفت، دکھ کے وقت میں آسانی ہو جاتی ہے۔ جب انسان کسی بھی غم میں ہوتا ہے تو اسکا تعارف اللہ تعالی سے اچھا ہو جاتا ہے۔ لیکن جونہی اسکی زندگی خوشیوں میں ڈھلتی ہے، تو اس وقت اسکی زندگی میں کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں تو اسوقت تعلق اللہ سے کیسے ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی اللہ تعالی کی طرف سے دھمکی ہے کہ ایک خوشی ملنے پر تم منہ پھیر گئے ہو۔ تو کیا تمہارا کبھی زندگی میں ہم سے واسطہ نہیں پڑے گا؟ اگلا مضمون ہے کہ بنی آدم کو عزت دینے سے کیا مراد ہے؟ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ کیا انسان واقعی قابل عزت ہستی ہے؟

پھر اس کے بعد نامہ اعمال کی بات۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ سورۃ کے ابتدا میں بھی نامہ اعمال کا ذکر ہے۔ یہاں بھی ہے اور یہ سلسلہ آگے چلتا رہے گا۔ گویا ایک شعور کی زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا

جار یاہے۔

اور دوسرا موضوع ہے کہ جو اس دنیا میں ھدایت سے اندھا رہا، آخرت میں جنت سے دُور رہے گا۔ اللہ اس کو جنت کا راستہ نہیں دکھائیں گے۔

اگلی بات کہ دشمنوں کی سازشیں۔ کیسے نبی ﷺ کو بھی سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتے تھے، اور اگر کوئی کسی کے کہنے پر اس راستے کو چھوڑ دیتا ہے؛ پھر اس کی زندگی کس طرح قابل رحم ہو جاتی ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں آیتوں کو ساتھ رکھ کر۔ بہت آسان سبق ہے۔ دماغ پر لینے کی بجائے دل پر اثر لینے والا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اس سبق کو پڑھنے کے دوران اللہ تعالی کی کائنات میں جو نشانیاں ہیں ان پر فکر کرنا آسان ہو جائے۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٦٦﴾ تمہارا (حقیقی) رب تو وہ ہے جو سمندر میں تمہاری کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو حقیقت یہ ہے کہ وہ تمہارے حال پر نہایت مہربان ہے۔

اگر ہم نے اپنی کھلی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا، تو کبھی بھی انسان مان نہیں سکتا تھا کہ پانی، جو اتنی نرم چیز ہے، اس کے اوپر منوں ٹنوں والی ایک کشتی تیر سکتی ہے۔ وہی پانی جس کے اوپر ہم سوئی رکھیں وہ ڈوب جاتی ہے۔ لیکن ایک کشتی نہیں ڈوبتی، یہ کس کا فیصلہ ہے؟ یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اللہ تعالی جس چیز کو جو کہہ دے وہ چیز ویسے ہو جاتی ہے۔ كُنْ فَيَكُونُ کشتیاں پانی میں چلانا، اتنا نا ممکن ہے، جتنا اس کائنات میں رہتے ہوئے جنت میں جانا نا ممکن ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ نماز، روزے سے ہی اللہ سے

تعلق قائم ہو گا، حالانکہ آپ دیکھیں اس کائنات میں 24 گھنٹے کا تدبر، غور و فکر اور کئی جگہ پہ ناممکنات کو ممکن میں بدلتا دیکھنا، ہم سب کے لئے اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ پیچھے کہا توکّل کے لئے تیرا رب کافی ہے۔ اب کہا جارہا ہے کہ تمہارا حقیقی رب وہی ہے۔ بتایا گیا جارہا ہے کہ جو ذات تمہارے اتنے ناممکن کام آسان بنارہی ہے۔ پھر تم اس پہ اعتماد کرو۔ تمہارا بھروسہ اس پہ ہو، اسی سے رہنمائی لو، اسی سے توفیق مانگو، اور جس نے اپنے رب سے نظریں لگالیں، پھر اسے کسی اور ذات کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ زندگی میں کتنی بڑی آزمائش کیوں نہ آجائے، جس کی نظریں رب پر ہوتی ہیں وہ نکل جاتا ہے۔ کبھی لگتا ہے یہ مشکل کبھی جانی ہی نہیں لیکن ایسے جاتی ہے جیسے آٹے میں سے بال۔ شرط ایک ہی ہے کہ نظر اللہ تعالی پر ہو۔

يُزْجِي روٹ ز،ج،ی ہے۔ ازجا، یزجی سے ہے۔ مطلب، نرمی سے چلانا۔ ہواؤں کو ہانکنا، بادلوں کو چلانا، مِنۡ فَضۡلِهٖ فضل، مال دنیا کا، یہاں بتایا گیا دنیا کا مال کمانا بری بات نہیں ہے۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ کشتی کا چلنا، ہواؤں کا چلنا، ان دو چیزوں کا اکٹھا ذکر یہاں کیوں کیا؟ شاید آپکو نہ پتا ہو، اگر ہوا رک جائے تو کشتیاں چلنا رک جائیں گی۔ کشتیاں ہواؤں کے رخ پہ چلتی ہیں چاہے اوپوزیٹ ہوں، چاہے دوسری ہوں۔ اوپوزٹ پہ زور زیادہ لگ جاتا ہے۔ لیکن اگر کشتی رک جائے، اللہ کی رحمت سے پھر انسان ایک جگہ سے دوسری جگہ جا بھی نہیں سکتا۔ اوپر سے تھوڑی بات سمجھنے کے لیے شیطان پہلے دن سے آدم کی نسل کے پیچھے پڑا ہوا ہے اس کا دشمن ہے۔ تاکہ انسان کو آرزو، تمنا اور جھوٹے وعدوں کے دام میں پھانس کر، راہ راست سے ہٹادے۔ اور یہ ثابت کردے کہ وہ اس بزرگی کا مستحق نہیں ہے جو اسے اللہ تعالی نے دی۔ اب ایسے وقت میں شیطان کے مقابلے میں جو چیز بندے کی مدد کرسکتی ہے،

وہ رب کی بندگی ہے۔ جتنا اپنے آپ کو ہینڈ فری کرتے جائیں گے، اتنی اللہ کی مدد آپ کے سامنے آتی جائے گی۔ لہٰذا ان باتوں کو سنتے وقت چپکے چپکے سے اپنے لیے دعائیں کرتے رہیں۔ اے میرے مالک تو اتنے بڑے بڑے کام کر رہا ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے کاموں کی تیرے آگے کیا حیثیت ہے۔ تو میرے لئے اس میں مدد فرما۔ اور آخر میں دیکھئے کہ اللہ تمہارے اوپر بہت مہربان ہے۔ کیسی خوبصورت بات کہہ دی۔ ایسے لگتا ہے جیسے ہر وقت اس کی رحمت برستی ہے۔ کبھی کبھی پکڑ آتی ہے۔ آپ دیکھیں صحت مند تو ہم اکثر رہتے ہیں۔ بیمار تو کبھی کبھی ہوتے ہیں۔ بھوک تو کبھی سہنی پڑتی ہے، پیٹ تو ہمیشہ بھرا رہتا ہے۔ دکھ تو کبھی کبھی آتے ہیں، ہر وقت عافیت ہی رہتی ہے الحمدللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا رحم ہے۔ دوسرا رحم اس آیت کے ساتھ دیکھیں۔ کشتیوں میں بیٹھ کر واپس نکل آنا۔ یہ اللہ کا رحم ہے۔ اسی طرح اس رحم کا تعلق اگلی آیتوں سے بھی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھو۔ یہ اس کا رحم ہے تم پر۔ تمہیں جو کچھ اس نے اس دنیا میں دیا، بتاؤ تم سمندروں سے خیر و عافیت سے گزرتے ہو۔ اب انسان کا رویہ کیا ہے؟

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾ جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اُس ایک کے سوا دوسرے جن جن کو تم پکارا کرتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، مگر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اُس سے منہ موڑ جاتے ہو انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ اور پھر تمہیں جب کوئی تکلیف پہنچتی ہیں سمندر میں۔ مثلاً کشتی طوفان میں پھنس جاتی ہے؛ موت کے سائے سامنے دیکھنے لگتے ہیں۔ ہوائیں تیز چلنے لگتی ہیں، طوفان آجاتا ہے،

ڈوبنے کا خوف ہے، کشتی ڈولنے لگتی ہیں، کوئی بھی تکلیف سوچ سکتے ہیں آپ۔ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ گم ہو جاتے ہیں وہ سب، جنہیں تم پکارتے ہو، سوائے اس ایک اللہ کے۔ کتنی بڑی حقیقت ہے۔ اس وقت تمہیں اپنے معبودوں میں سے کوئی بھی یاد نہیں رہتا۔ عام حالات میں جن کو تم اپنا مددگار سمجھتے تھے۔ اس دکھ کے وقت وہ تمہاری مدد کیسے کرے۔ وہ تمہاری مدد کر ہی نہیں سکتے۔ لیکن 'فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ پھر جب وہ تمہیں بچا کر لے آتا ہے، خشکی کی طرف۔ اَعْرَضْتُمْ تم چوڑے ہو جاتے ہو۔ منہ پھولا لیتے ہو۔ اَعْرَضْتُمْ گال۔ منہ پھولا کے منہ پھیر لینا، اردو میں ہم الفاظ استعمال کرتے ہیں، تم چوڑے ہونے لگتے ہو؟ دونوں میں ایک ہی چیز ہے۔ جب کوئی منہ پھیرتا ہے تو عام روٹین سے اس کا منہ چوڑا لگنے لگتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تم منہ موڑ لیتے ہو۔ تمہارا مال اور تمہارا وقت غیروں کے لئے لگتا ہے۔ پھر تم اپنے مال میں شیطان کو اس طرح شریک کر لیتے ہو، لگتا ہی نہیں کہ اس میں اللہ تعالی کا کوئی حصہ بھی تھا۔

سچ بتائیں انسان کا حقیقت میں یہی رویہ نہیں ہے کیا؟ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا انسان انتہائی ناشکرا پیدا ہوا ہے۔ آپ دیکھیں خوشیوں میں بہت کم لوگوں کو رب یاد رہتا ہے۔ اور دکھ میں کم لوگوں کو بھولتا ہے۔ یہ بھی خوش قسمتی ہے دکھ میں سب یاد رہتا ہے۔ کچھ لوگ دکھ میں یاڈپریشن میں جاتے ہیں تو یہ سوچ لیتے ہیں کہ نعوذ باللہ جس طرح ہم کچھ نہیں کر سکتے، اس طرح ہمارا رب بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ ایسے وقت میں جب کوئی انسان اللہ سے دور ہوتا ہے, تو سمجھ لے اس نے اپنے لئے سارے ہدایت کے راستے بند کر لئے۔ کوئی ایک وقت اپنی زندگی کا یاد کریں۔ خوشی میں بہک کر اپنے رب کو بھول گئے۔ چاہے وہ وقتی طور پہ ہی ہو۔ وہ بھول ایک منٹ 1، سیکنڈ، ایک لمحہ کی کیوں نہ ہو، وہ نماز بھی ہو سکتی ہے۔

آپ سوچیں میری کوئی نماز جو میری کسی خوشی کی نذر ہو گئی۔

کسی شادی میں تھی کہ وضو نہیں کیا، دعوت میں تھی تو کھلاتی پلاتی رہی نماز کا وقت نہیں ملا۔ تو اس آیت کو سوچیں، ہم یہ آیت پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں، یہ ہیں مشرکین مکہ جو بڑے گناہ کرتے تھے۔ لیکن کبھی ہم اپنی زندگیوں میں بھی تو دیکھیں۔ مجھے لگتا ہے عید کے دن بھی نماز مشکل ہو جاتی ہے۔ عید کی دعوتوں میں مہمانوں میں، اگر پڑھ بھی پاتے ہیں تو وہ کس قسم کی نمازیں ہوتی ہیں؟ اس کو ہر ایک خود جانتا ہے۔ انسان بہت تھوڑ دلا ہے، جو ذرا سی نعمت ملنے پر بھول جائے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص مشکل سے اپنی بسر اوقات کرتا تھا۔ پھر اللہ اس کو کوئی خوشی دے۔ اس خوشی میں اس کی چال بدل جائے، اس کی بات کا انداز بدل جائے، اور وہ کسی دوسرے کو لفٹ ہی نہ کرائے، ایسے لوگوں کو عموما کیا کہتے ہیں؟ نو دولتیا۔ چار پیسے ان کے گھر میں آ گئے ہیں تو ان کی شکل ہی بدل گئی ہے۔

جب ہم خوشیوں میں رب کو بھولتے ہیں۔ آپ سوچیئے کیا اس وقت اللہ کے فرشتے ہمارے بارے میں یہ نہیں سوچتے ہوں گے کہ اس خوشی کے بعد خدانخواستہ آگے ہمارے لیے کتنا بڑا امتحان آنے والا ہے۔ اتنا کمزور انسان، اللہ کو بھول کر جائے گا کدھر؟ کرنا کیا ہے؟ اللہ سے مدد مانگو۔ ہر وقت اللہ کی ضرورت کو زندگی میں محسوس کرو۔ اس کے بغیر تم بچ نہیں سکتے۔ وہ ایسی ذات ہے جو 24 گھنٹے تمہارے ساتھ ہے۔ چلو خیر ہے اب یہاں سے نکلیئے آگے کیا بات ہے۔ اگلی آیت کو بھی ذرا دیکھ لیجیے۔ کوئی آخری موقع نہیں تھا اللہ تعالی کے ساتھ بلکہ

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ يُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَـكُمۡ وَكِيۡلًا ﴿۶۸﴾ اچھا، تو کیا تم اِس بات سے بالکل بے خوف ہو کہ خدا کبھی خشکی پر ہی تم کو زمین میں دھنسا دے، یا تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے اور تم اس سے بچانے والا کوئی حمایتی نہ پاؤ؟

اَفَاَمِنۡتُمۡ کیا تم اس بات سے امن میں آ گئے۔ کیا تم بے خوف ہو گئے اصل میں اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کیوں کہ جب کوئی کسی چیز سے بے خوف ہو تا ہے، تو خود کو بہت محفوظ محسوس کر تا ہے۔ اَفَاَمِنۡتُمۡ یہاں اس کا مطلب ہے کیا تم اپنے آپ کو بہت محفوظ سمجھتے ہو؟ میں بہت محفوظ ہوں کیا؟ کیا تم اس چیز سے بے خوف ہو گے ہو۔ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ کہ وہ تم کو خشکی میں دھنسا دے، یعنی سمندر میں جاتے ہوئے تو یہ احساس ہو تا ہے کہ ڈوب جائیں گے۔ تو کیا خشکی پہ تمہیں رب نہیں پکڑ سکتا؟ سمندر کے سفر میں بیٹھے اللہ اللہ کی تکرار ہوتی ہے زبان پہ۔ پھر خشکی پر آتے ہی اللہ کی ناشکری کرتے ہو۔ اللہ سے منہ موڑ لیتے ہو۔ کیا تمہیں اس بات سے خوف نہیں آتا کہ اللہ تمہیں خشک زمین میں دھنسا دے۔ قارون کو اس نے پانی میں تو نہیں ڈبویا تھا، زمین پھٹی تھی اس کے لئے۔ کیا خشکی پہ لوگوں کو موت نہیں آتی؟ وہ کہتے ہیں نا کہ

اسودہ ساحل تو ہے، مگر شاید یہ تجھ کو معلوم نہیں،

ساحل سے بھی موجیں اٹھتی ہیں، خاموش بھی طوفان ہوتے ہیں

اچانک ایک دم ہی پکڑ آتی ہے اور انسان چل پڑتا ہے، گویا تم زمین پر بھی محفوظ نہیں ہوں۔ پہلی آیت میں کیا تھا پانی؟ پانی میں محفوظ نہیں ہو۔ آیت کے اس حصے میں آ گیا کہ خشکی پہ بھی محفوظ نہیں ہو۔ اب ایک تیسری صورت اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا یا وہ بھیج دے تم پر کنکر برسانے والی تیز ہوا۔ حَاصِبًا یہ لفظ حصب عربی میں اس لفظ کو کنکری کہتے ہیں، چھوٹی چھوٹی کنکریاں۔ حَاصِبًا کہتے ہیں پھینکنے والی۔ وہ بارش جس میں برف کے اُولے ہوں، یا وہ ہوائیں جس میں پتھر اور کنکریاں ہوں۔ آج کے دور میں سمجھنا ہے تو ریتلی آندھی، جس آندھی میں بہت زیادہ مٹی ہو۔ صحراؤں میں جب ریت کا

طوفان آتا ہے، آنکھوں کے اندر ریت چلی جاتی ہے۔ اللہ تعالی کہتے ہیں تم بچ کے کہاں جاؤ گے۔ کوئی تمہاری وکالت نہیں کرے گا، روکنے والا، تمہاری مدد کرنے والا، تم تو دیکھو تم اللہ کی پکڑ میں ہو۔ یہ تین سزائیں ہو گئیں۔

اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَكُمۡ فِیۡهِ تَارَةً اُخۡرٰی فَیُرۡسِلَ عَلَیۡكُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ فَیُغۡرِقَكُمۡ بِمَا كَفَرۡتُمۡ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَكُمۡ عَلَیۡنَا بِهٖ تَبِیۡعًا ﴿۶۹﴾ اور کیا تمہیں اِس کا کوئی اندیشہ نہیں کہ خدا پھر کسی وقت سمندر میں تم کو لے جائے اور تمہاری ناشکری کے بدلے تم پر سخت طوفانی ہوا بھیج کر تمہیں غرق کر دے اور تم کو ایسا کوئی نہ ملے جو اُس سے تمہارے اِس انجام کی پوچھ گچھ کر سکے ؟

اَمۡ اَمِنۡتُمۡ کیا تمہیں اس چیز کا اندیشہ نہیں؟ یا تم بے خوف ہو گئے ہو؟ بہت مطمئن ہو، بہت انجوائے کرتے ہو۔ اَنۡ یُّعِیۡدَكُمۡ فِیۡهِ تَارَةً اُخۡرٰی کہ تمہیں پھیر لے جائے اسی سمندر میں پھر تمہیں دوسری بار۔ سمندر سے بچا لیا تمھیں، تو کیا دوبارہ کشتی پر نہیں جاؤ گے؟ فَیُرۡسِلَ عَلَیۡكُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ پھر تم پر بھیج دے ہوا کا تیز جھکڑ۔ زوردار جھکڑ۔ قَاصِفًا قصف سے ہے۔ طوفانی ہواؤں کو کہتے ہیں توڑنے والی۔ وہ ہوا جو درخت توڑ دے۔ تھنڈراسٹروم ہوتا ہے، یہاں بات ہے وہ ہوا جو کشتی کو توڑ دے۔ یعنی اللہ جب ایک موقع پر انسان کو چھوڑ دیتا ہے تو انسان یہ کبھی نہ سوچے، کہ میں جیت گیا۔ ہر جگہ ہر حال میں اس کی مرضی سے پکڑ ہو سکتی ہے۔

سورۃ الانعام میں آیت 65 میں ہم پڑھ چکے۔ قُلۡ هُوَ الۡقَادِرُ کہ دو کہ وہ قدرت رکھتا ہے ہر چیز پر قادر ہے۔ سورہ رحمان میں ہے۔ یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اے جن وانس، اگر تم کر سکو تو بھاگو، اللہ کی پکڑ سے بھاگو، لیکن تم نہیں بچ سکو گے۔ فَیُغۡرِقَكُمۡ بِمَا كَفَرۡتُمۡ تو وہ تمہیں غرق کر دے،

تمہارے اس کفر کی پاداش میں۔ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا اور تم کو ایسا کوئی نہ ملے جو اس سے تمہارے اس انجام کی پوچھ گچھ کر سکے ؟۔تَبِيعًا یہ لفظ بہت خوبصورت ہے۔دنیا میں کوئی کسی کو پکڑ لے کسی غلطی پر تو ہم کیا کرتے ہیں؟ سو کرنا۔ہم تمہیں کسی طرح سے بھی پکڑ لیں، ہے کوئی جو ہم سے انتقام لے؟ ہم پہ سو کرے؟ ہم پر مقدمہ کرے؟تَبِيعًا پیچھا کرنے والا۔جو ہم تم پہ پکڑ کریں گے تو کوئی وکیل ہے جو تمہاری طرف سے ہم پہ مقدمہ کرے؟ یہ مراد ہے۔سب کو اللہ توڑ موڑ کر بستر پر ڈال دے۔ہم کچھ کر سکتے ہیں؟

آج ہماری زندگی میں اتنی خدا فراموشی کیوں ہے۔عام حالات میں اِللہ ماشاء اللہ۔اللہ بچالے اس چیز سے اور بات ہے لیکن؟ انسان اللہ کے آگے بہت مجبور ہے، اتنا کمزور ہے، اللہ تعالی نے اس کو دنیا میں جینے کا حق دیا ہوا ہے۔ یہ ہمارا حق نہیں تھا۔ہم نے اللہ تعالی کو کچھ نہیں دیا کہ وہ ہم سے اس طرح کا معاملہ کرے۔دیکھیں ہم کتنی جلدی مجبور ہو جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہانہ بنا کر۔ہم اللہ سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ بعض اوقات ہماری زندگی میں اس قسم کے معاملات آتے ہیں۔ہمارے پاس چوائس ہوتی ہیں۔لیکن ہم عموماً Least Minimum پر رہتے ہیں۔ کتنی ہی چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالی ہماری زندگی میں ایسے حالات لے آتے ہیں، کہ ہم تھوڑی سی اچھی چیز چوز کر لیں، تو اللہ تعالی ہمیں اس کے بہت زیادہ فائدہ دے سکتا ہے۔ہم معاشرے میں اردگرد آس پاس نظر دوڑائیں، آپ کو ایسے بہت سے افراد ملیں گے جو جسمانی لحاظ سے بہت معذور ہیں اپنا کام بھی خود نہیں کر سکتے، ہاتھ پاؤں کا استعمال بھی ٹھیک نہیں کر سکتے لیکن، اس کے باوجود بھی وہ اللہ کا کام کر رہے ہوتے ہیں۔ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ پھر ایک لمحے کے لئے آپ سوچیں ہمارے پاس کیا بہانہ ہے۔ اس وقت سوچیں ہم کہاں پہ کھڑے ہیں کیا ہم اس معذور بندے سے بھی گئے گزرے ہیں؟ اکثر

اوقات ہم خود اپنے آپ کو ان چھوٹی چھوٹی چیزوں میں ڈال کر کتنی نیکیوں سے دور کر لیتے ہیں، جو ہم آسانی سے کر سکتے ہیں۔ جو سراسر ہمارے اختیار میں ہوتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہم بہت جلدی ہمت ہار دیتے ہیں۔ آپ دیکھیں جس کو اللہ تعالی نے دنیاوی طور پر تھوڑا سا محروم رکھا ہوتا ہے، اس کا حوصلہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اللہ کی ذات کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتی۔ کچھ لوگوں کو جسمانی کمزوریاں ملتی ہیں تو اللہ تعالی ان کو کچھ نہ کچھ ایسی صلاحیت اور طاقت دے دیتا ہے جس سے وہ دوسروں سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جب ایسے لوگ کوئی کام کرتے ہیں، پھر میں یا آپ اپنے آپ کو کیسے ان چیزوں سے روک سکتے ہیں۔

خاص طور پر ان آیتوں میں بار بار ایک بات دہرائی جا رہی ہے۔ پکڑ، پکڑ اللہ کی پکڑ۔ اللہ تمہیں پکڑ سکتا ہے۔ تم اللہ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اللہ نے تمہاری ذات کے لئے کیا کچھ رکھا ہوا ہے۔ لیکن تم اس کی نعمتوں کو صحیح طرح استعمال کرنا چاہتے ہی نہیں ہو۔ جب ہم اللہ کی ذات کو پیچھے ڈال کے جیتے ہیں، یاد رکھیں ہم اللہ تعالی کو خود موقعے دیتے ہیں کہ آ تو ہمیں پکڑ لے، تو ہمارے لیے اپنی پکڑ کا راستہ آسان کر دے۔ پھر اسی طرح جب ہم ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں، بظاہر جن کے پاس ہم سے کم ہے تو آپ محسوس کریں گے کہ ایسے لوگ اللہ کی رضا پر راضی رہ کر، بعض اوقات وہ نیکیاں کما جاتے ہیں، جو ہم اتنی نعمتوں کو پانے کے باوجود بھی وہ حاصل نہیں کر سکتے۔ ہم اپنا محاسبہ کریں، ہر ایک خود سے پوچھے، پہلے تو چند سوال خود سے کریں، کیا واقعی میں مجبور ہوں؟ کیا واقعی میں دکھی ہو؟ کیا واقعی میرے عذر سچے ہیں؟ کوئی بھی عذر، دیکھیں آپ اپنے اوپر بھی لے رہے ہیں تو ساتھ ہی ساتھ اپنے بیٹوں پہ بھی لیں، اور اپنے شوہروں پہ بھی لیں، فجر کی نماز سے شروع کرتے ہیں۔ فجر کے وقت نماز گھر پر پڑھتے ہیں, یا دیر سے پڑھتے ہیں کیا، عذر شرعی ہے؟ کیا حقیقت میں ہم اتنے ہی مجبور

ہیں کہ ہم نماز کو دیر سے پڑھیں، یا گھر پہ پڑھیں، یا ہم اس کو پڑھیں ہی نہ۔ جو پڑھتا نہیں ہے اس کے حال پر اللہ تعالی رحم ہی کرے۔ ایک بندہ جس کے پاؤں مڑے ہوئے ہیں۔ رینگتا آیا ہے اور کتنی مشکل سے مسجد کی سیڑھیاں چڑھ کے نماز پڑھنے آیا ہے۔ اس طرح سیڑھیاں چڑھ کے آیا ہے جس طرح بچے پیٹ کے بل رینگتے ہیں۔ ایک بچہ جو یمن میں رہتا ہے معذوری کی وجہ سے چل کر مسجد نہیں جا سکتا۔ کبھی سہارا لے کر اور کبھی رینگ کے جاتا ہے۔ کبھی پیٹ کے بل رینگتے ہوئے جاتا ہے اور مسجد میں نماز پڑھتا ہے۔ ہم کتنی جلدی مجبور ہو جاتے ہیں۔ کھڑا ہونے کے لئے بھی دس مرتبہ سوچتے ہیں۔ اب دیکھیں جو اتنا معذور بچہ ہے وہ اپنے جوتے کیسے اتارتا ہو گا، پھر کھڑا ہو کر اپنے جوتے نہیں اتار سکتا۔ وہ تھک جاتا ہے لیکن اپنی پہلی تکبیر اولیٰ کو مِس نہیں کرنا چاہتا، اور مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسکی خواہش ہے کی وہ صبح کی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھے، مگر اسکی جسمانی حالت کی وجہ سے اس کی فیملی والے اس کو اجازت نہیں دیتے۔

ہمارے پاس کوئی عذر ہے؟ کیا معاملہ اتنا ہی ہے؟ وہ بچہ ٹھیک سے سجدہ بھی نہیں کر سکتا۔ وہ نماز ہی نہیں پڑھتا بلکہ وہ قرآن بھی پڑھتا ہے۔ نماز مسجد میں پڑھنی ہے اور پہلی صف میں پڑھنی ہے۔ وقت سے پہلے آتا ہے، اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ مسجد کے اوپر والے حصے میں جاتا ہے، اوپر جانے کے لئے اس کو اپنے دونوں ہاتھوں، اور پاؤں کے ساتھ رینگتے ہوئے مشکل سے اوپر والی منزل پہ جانا پڑتا ہے، کیونکہ اوپر کچھ لوگ قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں، یہ ان کے ساتھ بیٹھ کر قرآن پڑھنا چاہتا ہے۔ ٹھیک سے بول بھی نہیں سکتا یہ بچہ، مگر کتنی مشکل سے پڑھتا ہے۔ آتے جاتے وقت اس کے پاؤں تک چھل جاتے ہیں۔ وہ بچہ کہتا ہے کہ میرے پاؤں پہ زخم ہوتے ہیں تو ان کو دَرد ہوتا ہے لیکن میں اللہ سے خوش ہوں۔ رات کو اس بچے کو گھر جانے میں بہت مشکل ہوتی ہے کیونکہ اندھیرا ہوتا ہے اور ہاتھ میں

لائیٹ پکڑ کے جاتا ہے۔ مسجد میں کسی کو کہتا ہے کہ میری مدد کردیں گھر پہنچانے میں۔ اس بندے کا ہاتھ پکڑ کر گھر جاتا ہے۔ کیوں کرتا ہے؟ اس لئے کہ اس کو اللہ سے محبت ہے۔ اس کو اس کی ماں نے سکھایا۔ اللہ نے اس کے دل میں اپنی محبت ڈالی۔

ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہمارا کیا عذر ہے؟ اللہ اکبر ہمارے پاس اتنی نعمتیں، اور اتنی آسانیاں ہیں۔ یہ بھی تو انسان ہے۔ آپ سوچیں ذرا آپ بھی ایسے ہوسکتی تھیں۔ آپ کے بچے بھی ایسے ہوسکتے تھے۔ ہمارے مرد بھی ایسے ہوسکتے تھے۔ یہ بھی تو انسان ہیں۔ صرف سوچنے کا مقام ہے۔ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ سب اپنے اوپر سوچیں، ایک معذور جاسکتا ہے تو ہم کیوں نہیں جاسکتے۔ یہ ہے اصل بات سوچنے کی۔ آج ہمارے بچے کیسے ہیں؟ اللہ کی پناہ، اللہ کی پناہ۔ مسلمان گھر لگتے ہی نہیں۔

ان شااللہ ہم امام بخاری کے بارے میں پڑھیں گے کہ ان کی والدہ نے کیسے اس کی تربیت کی۔ آج تو بنجر دھرتی ہے۔ آج کی دھرتی ماں ہے۔ اور فصل اولاد ہوتی ہے۔ جب ابلیس نے کہا تھا کہ اولاد میں شریک ہونگا۔ اللہ نے کہا ہو جا۔ آج ماؤں کو بھی تو سوچنے کی ضرورت ہے۔ اتنالاڈ کریں جتنا سہہ سکیں۔ بعض اوقات ہم اپنے بچوں کے لئے دنیا کی ہر چیز رکھنے کو تیار ہوتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ ان کو خوش رکھنا ہے۔ ان کو تکلیف نہ پہنچے۔ ان کو غم نہ پہنچے۔ اپنے اندر کا شعور جگائیں۔ ایک الارم اَذان کی صورت میں ہوتا ہے، مومن کے اندر بھی ایک الارم ہوتا ہے۔ وہ خود بخود بول پڑتا ہے۔ چاہے گھڑی بولے یا نہ بولے۔ نمازوں سے ہماری مسجدیں بھی اسی طرح آباد ہو جائیں کہ وہاں جا کر اللہ یاد آجائے۔ اللہ سے دعا کریں ہمیں بھی مسجدوں سے محبت ہو جائے۔ آمین۔